Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:2 (1973)

تحریک پاکستان میں اقبال کا حصہ

رفیع الدین ہاشمی

مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء میں اپنی تاریخی قرار داد کے ذریعے حصول پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا منتہائے مقصود قرار دیا تو اس کے لئے باقاعدہ اور منظم کوششوں کا آغاز ہوا۔ مسلمانان ہند کو گراں خوابی سے بیدار کرنے اور حریت و آزادی کا راستہ دکھانے والے عظیم اسلامی مفکر شاعر مشرق علامہ اقبال اس تاریخی فیصلہ سے دوسال قبل ہی، ۱۹۳۸ء میں انتقال فرما گئے تھے — اس اعتبار سے حصول و قیام پاکستان کی جدوجہد میں علامہ اقبال کی خدمات کا جائزہ بادی النظر میں خارج از بحث نظر آتا ہے۔ لیکن تحریک پاکستان کا آغاز، دراصل قرار داد پاکستان سے تقریباً پون صدی قبل ہو چکا تھا۔

ہندو صدیوں تک مسلمانوں کے ماتحت رہے۔ مسلمانوں کا دور حکومت ختم ہوا تو قدرتی طور پر ان کے خلاف ہندوؤں کے جذبات ابھر کر سامنے آنے لگے۔ انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی آمد کے ساتھ ہی اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی اور اپنے نو آبادیاتی مقاصد و مفادات کی خاطر انھیں مسلمانوں کے مقابلے میں آگے بڑھانا شروع کیا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے دل میں نفرت کے جو بیج بوئے تھے اس کا نتیجہ سب سے پہلے اس صورت میں ظاہر ہوا کہ ہندوؤں نے اردو کو مسلمان اردو اور ہندو اردو میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ زبان تھی اور دونوں طبقوں میں یکساں طور پر سمجھی اور بولی جاتی تھی۔ مصنوعی طور پر اردو سے بعض الفاظ خارج

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کرنے اور بعض الفاظ داخل کرنے اور رسم الخط کی تبدیلی کا آغاز ہوا۔ ایک ایسے پس منظر میں کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندو باوجود اپنے علیحدہ مذہبوں، تہذیبوں، رسوم و رواج اور طور طریقوں کے برسہا برس سے ایک پرامن ماحول اور خوشگوار فضا میں زندگی بسر کر رہے تھے، یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ اس پر سر سید احمد خاں نے مخدوش مستقبل کا اندازہ لگاتے ہوئے ۱۸۷۶ء میں بڑی دلسوزی کے ساتھ کہا:

''اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ دونوں قومیں دل سے کسی کام میں شریک نہ ہوسکیں گی۔ ابھی تو بہت کم ہے۔ اس سے زیادہ مخالفت اور عناد ان لوگوں کے سبب، جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں بڑھتا نظر آئے گا۔ جو زندہ رہے گا دیکھ لے گا ــ''۱

سر سید کے اس اعلان نے مسلمانوں کے خلاف ہندؤں کے پوشیدہ تعصب اور بغض کی نشاندھی کردی تھی۔ اس وقت سے لیکر قرارداد پاکستان تک کے عرصہ میں برصغیر کے مسلمان زعماء و اکابر اور مسلم تحریکوں اور جماعتوں کی سرگرمیوں اور کوششوں کا باوجود اس کے کہ بعض اوقات ان کی سرگرمیاں اسلامی مقاصد سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہیں اور اکثر ان میں واضح تناقض بھی ملتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ حصول پاکستان ان کا واضح نصب العین نہ تھا ــ پھر بھی کسی نہ کسی حد تک تحریک پاکستان میں ان کا دخل ضرور ہے ــ اس اعتبار سے تحریک پاکستان میں علامہ اقبال کا بھی ایک نمایاں اور قابل لحاظ حصہ ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اجتماعی سربلندی کے لئے جن لیڈروں اور جماعتوں نے مختلف اوقات میں کام کیا ان میں علامہ اقبال کا کام اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ جہاں دوسرے افراد اور جماعتیں بسااوقات

۱۔ بحوالہ ''الزبیر''، تحریک آزادی نمبر۔ بہاول پور۔ ۱۹۷۰ء ص ۲۲۱

اپنے مقاصد کے بارے میں یکسو نہ تھیں، وہاں علامہ مرحوم کے ذہن میں بالکل ابتدا سے ایک متعین اور واضح نصب‌العین موجود تھا۔ یہ درست ہے کہ علامہ اقبال کی سوچ اور ان کی فکر میں ایک تدریجی ارتقاء پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض لوگ ان کے افکار میں تضاد و تناقض کی نشاندھی کرتے ھیں۔ لیکن اس بارے میں یقیناً دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ برصغیر کی ملت اسلامیہ کی بھلائی، بیداری اور آزادی کے سلسلے میں اقبال کا ذھن ابتدا ھی سے بہت صاف تھا۔ یقیناً وہ مسلمانوں کی اجتماعی سربلندی اور اسلام کا غلبہ چاھتے تھے۔

اول انھیں ھندوستان کی غلامی کا سخت قلق تھا۔ فرماتے ھیں:

''ھندوستان کی سیاسی غلامی تمام ایشیا کے لئے لامتناھی مصائب کا سرچشمہ ھے۔ اس نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ھے اور اسے اظہار ذات کی اس مسرت سے محروم کردیا ھے جس کی بدولت کبھی اس میں ایک بلند اور شاندار تمدن پیدا ھوا تھا —''۱

دوم (آزادی کے بعد) وہ ھندوستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے آرزو مند تھے — لکھتے ھیں:

''مسلمان ھونے کی حیثیت سے انگریز کی غلامی کے بند توڑنا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ھمارا فرض ھے اور اس آزادی سے ھمارا مقصد یہی نہیں کہ ھم آزاد ھوجائیں بلکہ ھمارا اول مقصد یہ ھے کہ اسلام قائم رھے اور مسلمان طاقت ور بن جائیں —''۲

علامہ مرحوم کی انھی دو آرزوؤں کو بعد میں تحریک پاکستان کا نام ملا جو آخر کار قیام پاکستان پر منتج ھوئی۔

۱۔ حرف اقبال (مرتبہ: لطیف احمد شیروانی) لاھور۔ ۱۹۴۷ء۔ ص ۵۶

۲۔ مقالات اقبال۔ (مرتبہ: سید عبدالواحد معینی) لاھور۔ ص ۲۳۷

علامہ اقبال نے عملی سیاست میں بہت کم حصہ لیا۔ دراصل مزاج اور افتاد طبع کے اعتبار سے وہ عملی اور سیاسی آدمی تھے ھی نہیں ۔ ان کی شخصیت ایک مفکر اور فلسفی کی شخصیت تھی۔ تحریک پاکستان میں علامہ نے جو رول ادا کیا ، اس میں ان کا نظری اور فکری حصہ بمقابلہ عملی اور سیاسی رول کے بہت نمایاں ھے۔

بر صغیر میں احیائے اسلام کے سلسلے میں علامہ کے کام کے تین مرحلے ھیں اور ان کا آپس میں گہرا تعلق ھے۔ ان میں پہلا مرحلہ وہ ھے جب اقبال نے مسلمانوں کے اندر مسلمان ھونے کا احساس پیدا کرنے اور انھیں خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی۔ دوسرے مرحلے میں انھوں نے دو قومی نظریے کو ایک حتمی اور مستقل اصول کے طور پر پیش کرکے پاکستان کے لئے ٹھوس نظریاتی بنیادیں فراھم کیں ۔ تیسرے مرحلے میں علامہ نے مسلم لیگ کو ایک علیحدہ اسلامی مملکت کی راہ سجھائی اور لیگ میں شامل ھوکر براہ راست اسے فیض پہنچایا ۔اس تیسرے مرحلے میں حصہ لینے کے لئے علامہ کو خاطر خواہ موقع نہ ملا اور یوں بھی جیسا کہ اوپر ذکر ھوا، وہ عملی سیاست کے آدمی نہ تھے۔ اس لئے تحریک پاکستان میں ان کا حصہ پہلے دو مرحلوں میں زیادہ نمایاں ھے ۔

ایک ھم عصر مفکر کے الفاظ میں چار پانچ سو سال تک مسلمان اپنے بزرگوں کے بچھائے ھوئے بستر پر آرام سے سوتے رھے اور مغربی قومیں اپنے کام میں مشغول رھیں ۔ اس کے بعد دفعۃً مغربی اقتدار کا سیلاب اٹھا اور ایک صدی کے اندر اندر تمام روئے زمین پر چھا گیا۔ نیند کے مارے آنکھیں ملتے ھوئے اٹھے تو دیکھا کہ مسیحی یورپ قلم اور تلوار دونوں سے مسلح ھے اور دونوں طاقتوں سے دنیا پر حکومت کررھا ھے — یوں مسلمانوں کا دور زوال و انحطاط اسی قدر عبرت انگیز تھا، جس قدر شاندار اور قابل فخر ان کا دور عروج تھا

وہ پریشاں نظری، بے خبری، کم نگاهی، کور ذوقی، زوال علم و عرفان، باهمی مناقشت، تن آسانی، عیش پسندی، جاہ طلبی، مفاد پرستی اور ان تمام مذموصات کا شکار ہوئے جن سے زوال پذیر قومیں دوچار ہوتی ہیں — همه پہلو انحطاط کے دور میں انهوں نے اپنے مسلمان ہونے اور خیر امت ہونے کی حیثیت کو بھی بھلا دیا۔ تحریک پاکستان کے پہلے اور ابتدائی مرحلے میں اقبال نے مسلمانوں کو ان کا مسلمان ہونا یاد دلایا۔ ان کی اس دور کی شاعری اور نثر میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے تذکرے، اور عظمت رفتہ کے قصے ملتے ہیں، موجودہ زبوں حالی کا ماتم ہے اور مستقبل میں ایک تابناک اور روشن منزل تک پہنچنے کی راہ عمل دکھائی گئی ہے — اس دور میں اقبال کی انتہائی کوشش یہ رہی ہے کہ ملت اسلامیہ کے اندر احساس زیاں پیدا کریں اور اس کے ساتھ ہی ان کے دلوں کو ایمان و یقین کے نور سے روشن کریں۔

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

کبھی اے نوجواں مسلم، تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

پھول بے پروا ہیں تو گرم نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے، آواز درا ہو یا نہ ہو

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جا تا رہا

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ملت کے اندر احساس زیاں کے خاتمے کا ایک بڑا سبب مغرب کا فکری
اور مادی غلبہ و استیلا تھا ۔ اقبال نے مغرب سے مرعوبیت کو اور مغرب

پرستی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انھوں نے مغربی فلسفہ کی گمراہی، تہذیب مغرب کی غلط اندیشی اور اس کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا — وہ مغربی فکر و فلسفہ کے ”محرم راز درون میخانہ“ تھے۔ ان کی ضرب براہیمی نے مغربیت کے بت کو پاش پاش کرنے میں اہم رول ادا کیا:

دیار مغرب کے رہنے والو، خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زر کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا

بیسویں صدی کے آغاز میں جب سلطنت برطانیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور بحیثیت مجموعی یورپی استعمار پوری دنیا پر اپنے استبدادی پنجے گاڑے ہوئے تھا، مغرب پر ایسی تنقید، ایسی بھر پور چوٹ، ایسا واشگاف چیلنج اور بصیرت سے بھر پور ایسی پیش گوئی اقبال ہی کا کام تھا۔ پورے برصغیر میں (اکبر کے بعد) علامہ ہی وہ واحد شخص تھے جو مغرب پر اس یقین و اعتماد کے ساتھ تنقید کرتے ہوئے مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے کے دل و دماغ سے انگریز پرستی اور اسلام کے بارے میں ان کے معذرت خواہانہ رجحانات کو کھرچ کھرچ کر صاف کررہے تھے۔ ان کی پوری ملی اور قومی شاعری اس کی آئینہ دار ہے۔

اس کے ساتھ ہی علامہ نے اسلام کے حقیقی تصور کو اجاگر کیا جس میں دین و سیاست کی ہم آہنگی سب سے اہم نکتہ تھا۔ مسلمانوں کا تصور مذہب فقط چند عقائد اور ظاہری عبادات تک محدود تھا۔ اگر اس بگڑے ہوئے تصور کی اصلاح نہ کی جاتی تو مسجد کی چاردیواری سے باہر ان کے شب و روز بدستور تنگ نگاہی اور غلامانہ ذہنیت کے حصار میں مقید رہتے۔ وہ کبھی آزادی کی منزل تک نہ پہنچ پاتے۔

اقبال کی شاعری میں جو مختلف اشارات و اصطلاحات اور تصورات و نظریات ملتے ھیں، خواہ وہ عشق اور فقر کے تصورات ھوں یا خودی اور مرد کامل کے نظریات — سب ذریعہ ھیں مسلمانوں کو ''زندگی کے صحیح مفہوم سے آشنا کرنے،، کا — لہذا تحریک پاکستان میں پہلے مرحلے پر علامہ اقبال کا حصہ یہ ھے کہ انھوں نے مسلمانوں کی ذھنی اصلاح کے ذریعے ان کے طرز فکر و احساس میں انقلاب برپا کیا۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں علامہ اپنی اس شعوری کوشش کے بارے میں فرماتے ھیں:

''میں نے مسلمانوں کو زندگی کے صحیح مفہوم سے آشنا کرنے، اسلاف کے نقش قدم پر چلانے اور نا امیدی، بزدلی اور کم ھمتی سے باز رکھنے کے لئے نظم کا ذریعہ استعمال کیا — میں نے پچیس سال تک اپنے بھائیوں کی مقدور بھر ذھنی خدمت کی —،،۱

مسلمانوں کے اندر مسلمان ھونے کا احساس و شعور پیدا ھوا۔ دین کے جامد تصورات کا طلسم ٹوٹا۔ دین و سیاست میں ھم آھنگی کا تصور ذھنوں میں راسخ ھوا تو مسلمانوں کے اندر عقائد و عبادات کی حد تک ھی نہیں، سیاست و ثقافت اور زندگی کی تمام عملی سرگرمیوں میں بھی ھندوؤں سے اپنے اختلاف اور علیحدگی کا احساس پیدا ھونے لگا۔ اس طرح اقبال کے طرز فکر نے ان کے ھاں ملی تشخص کو اور گہرا کردیا جس کی نشان دھی ۱۸۷۶ء میں سر سید احمد خاں نے کی تھی۔ لیکن ابھی تک دو قومی نظریہ، قومی زندگی میں ایک مستقل اور حتمی اصول کی حیثیت سے طے شدہ نہ تھا۔ مسلم لیگ کے نزدیک بھی دو قومی نظریہ ایک وقتی اور قابل مصالحت چیز تھی۔ اسی لئے ۱۹۲۷ء کی دلی تجاویز میں لیگ جداگانہ انتخاب کے اصول سے (مشروط طور پر) دستبردار ھو گئی تھی۔ غالباً یہی وجہ ھے کہ اقبال نے مسلم لیگ کے دو دھڑوں میں

۱۔ گفتار اقبال (مرتبہ: محمد رفیق افضل) لاھور۔ ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۶

سے شفیع لیگ کا ساتھ دیا کیونکہ جناح لیگ کے برعکس وہ جدا گانہ انتخاب کے موقف پر قائم رہی ۔ تحریک پاکستان میں ایک موثر کردار کے دوسرے مرحلے میں علامہ مرحوم نے دو قومی نظریہ کی بھر پور وکالت کرتے ہوئے یہ بات حتمی طور پر طے کرادی کہ مسلمان مسجد میں ہوں یا پارلیمینٹ میں، ہر جگہ اور ہمیشہ ہندؤں سے بالکل ایک جدا ملت ہیں ۔ ان کا یہ کارنامہ اس لئے اہم ہے کہ بعد میں یہی اصول (دو قومی نظریہ) مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی بنیاد بنا ۔ گویا علامہ نے ہی مسلم لیگ کو نظریاتی بنیاد فراہم کی ۔ ورنہ ۱۹۰۶ء میں قائم ہونے والی مسلم لیگ کے مقاصد میں کہیں اس کا اشارہ نہیں ملتا — اس طرح یہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلم لیگ کی بنیاد صحیح معنوں میں علامہ نے ہی رکھی ۔

اس مرحلے میں علامہ کا ایک اور اہم کام فلسفۂ وطنیت کی تردید ہے ۔ انہوں نے کانگریس کے متحدہ قومیت کے نظریے پر، جسے مسلم علماء کے بعض حلقوں کی طرف سے سند جواز عطا کی گئی تھی، تنقید کرکے بدلائل اس کے تار و پود بکھیر دئے ۔ مولانا حسین احمد مدنی رح سے علامہ کی بحث اس سلسلے کی اہم کڑی ہے ۔

اس پر آشوب دور میں ہندوستان کے حالات جس رخ پر جارہے تھے، ان کے پیش نظر محض دو قومی نظریے کا احقاق اور نظریہ وطنیت کا ابطال کافی نہ تھا ۔ مصائب و مشکلات سے بھر پور، آنے والے دنوں کے لئے بھی کچھ سوچنا کچھ فکر کرنا ضروری تھا ۔ ان کی خدا داد بصیرت مسلمانوں کے مخدوش مستقبل کو دیکھ کر مضطرب ہو رہی تھی جس کا اظہار دوستوں اور بزرگوں کے نام خطوں میں بار بار کیا :

"کبھی موقع ہوتا ہے تو دل کا دکھڑا آپ کے پاس روتا ہوں ۔ یہاں لاہور میں ضروریات اسلامی سے ایک متنفس بھی آگاہ نہیں ۔ یہاں انجمن

اور کالج اور دیگر مناصب کے سوا اور کچھ نہیں ۔ پنجاب میں علماء کا پیدا ہونا بند ہوگیا ہے اور اگر خدا تعالی نے کوئی خاص مدد نہ کی تو آئندہ بیس سال نہایت خطرناک نظر آتے ہیں،،

(بنامِ اکبر الہ آبادی)۱

''میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں اور سیاسیات حاضرہ کے تھوڑے سے تجربے کے بعد کہ ہندوستان کی سیاسیات کی روش جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، خود مذہب اسلام کے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے —،،
(بنام میر غلام بھیک نیرنگ)

یہی اضطراب، مستقبل کے خدشات اور ملت کی طرف سے ذمہ داری کا احساس وہ زبردست محرک تھا جو علامہ کو عملی سیاست میں لے آیا ۔ جب وہ احباب کے پیہم اصرار پر پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تو اس موقع پر انھوں نے اعلان کیا :

''مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میں اب تک اس قسم کے مشاغل سے بالکل علیحدہ رہا ۔ محض اس لئے کہ دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے تھے اور میں نے اپنے لئے دوسرا دائرہ کار منتخب کرلیا تھا لیکن اب قوم کی مصیبتیں مجبور کر رہی ہیں کہ میں اپنا حلقۂ عمل قدرے وسیع کر دوں ۔ شاید میرا ناچیز وجود اس طرح اس ملت کے لئے زیادہ مفید ہوسکے ۔ جس کی خدمت میں میری زندگی کے تمام لیل و نہار گذرے ہیں —،،۲

پنجاب کونسل کی ممبری کے تین سالہ دور میں اقبال نے مسلمانوں اور اہل پنجاب کے لئے بہت سی مفید خدمات انجام دیں ۔ اسی زمانہ سے تحریک

---

۱ ۔ اقبال نامہ ۔ جلد اول ۔ (مرتبہ : شیخ عطاء اللہ) لاہور ۔ ص ۴۸

۲ ۔ گفتار اقبال ۔ ص ۱۰

پاکستان میں علامہ کے کام کا تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

اس مرحلہ میں علامہ نے الہ‌آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک الگ مملکت کا مطالبہ پیش کیا۔ اس تاریخی خطبے میں علامہ اقبال نے فرمایا :

''ہندوستان کی سیاسی زندگی نے ایک نہایت نازک صورت اختیار کرلی ہے ۔۔۔ اسلام پر ابتلا و آزمائش کا ایسا سخت وقت نہیں آیا جیسا کہ آج درپیش ہے ۔۔۔ مسلمانوں کا مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے، بالکل حق بجانب ہے ۔۔۔ میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ بلوچستان کو ایک ھی ریاست میں ملا دیا جائے۔ خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے خواہ اس کے باھر — مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی ۔۔۔ ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم یہ چاھتے ھیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرسکے ۔۔۔ میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہا ہوں —''[۱]

بعض مورخوں اور سیاست‌دانوں کے نزدیک پاکستان کا تصور علامہ اقبال کا پیش کردہ نہیں ہے[۲] جو کچھ تصور انھوں نے دیا وہ درحقیقت پاکستان کا خام سا ابتدائی خاکہ (Rough First Sketch) تھا[۳] تاہم یہ بات اس اعتبار

---

۱ - حرف اقبال - ص ۱۷ تا ۳۱

۲ - ڈاکٹر وحید الزماں - Towards Pakistan - ص ۱۴۷

۳ - آئن سٹیفن - ''پاکستان'' - Pakistan - لندن ۱۹۶۷ء - ص

سے غلط نہیں کہ علامہ اقبال سے بہت پہلے عبدالقادر بدایونی۱، مولانا عبدالحلیم شرر، ولایت علی بمبوق اور خیری برادران تقسیم ہند کی تجویز پیش کر چکے تھے۲ اور اس کے بعد بھی اس طرح کی تجویزیں سر عبداللہ ہارون، ڈاکٹر لطیف، سر سکندر حیات، سید ظفر الحسن، ڈاکٹر قادری، مولانا مودودی اور چودھری خلیق الزماں وغیرہ نے پیش کیں۳ یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ اقبال کے ذہن میں ایک آزاد اسلامی مملکت کا ویسا تصور نہ ہو، جیسے ایک خاص شکل میں مسلم لیگ نے ۱۹۴۷ء میں قبول کیا اور جس کے مطابق پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس امکان کو ممتاز حسن کی ایک روایت سے بھی تقویت پہنچتی ہے۔ ممتاز حسن کو یہ پریشانی لاحق تھی کہ علامہ اقبال نے یہ کیوں کہا کہ ان کی مجوزہ مسلم ریاست، سلطنت برطانیہ کے اندر رہے۔ ایک ملاقات میں انھوں نے علامہ سے اس ضمن میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا ''جس طرح مجھ کو تاریخی عوامل کے تحت مسلم ریاست کا قیام ناگزیر نظر آرہا ہے اس طرح کم از کم اس وقت تو مجھ کو یہ نظر نہیں آتا کہ وہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہوگی یا باہر —'' ۴ لیکن جس زمانے میں اور جس موقع پر یہ بات کہی گئی، اس کی نزاکت اور تقاضا علامہ مرحوم کی تجویز کو، خواہ وہ کسی بھی شکل میں تھی، بے حد اہم بنا دیتا ہے۔

انھوں نے اس زمانے میں بار بار اس اضطراب کا اظہار کیا کہ اگر اس وقت مسلمان نہ سنبھلے تو ان کا مستقبل بہت مخدوش اور تاریک ہو جائے گا۔ ہندوستان کے سیاسی حالات، مسلم جماعتوں اور مسلم اکابر و زعماء کی روش کو دیکھا جائے تو علامہ کے اضطراب اور ان کی تجویز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

---

۱ - بحوالہ عبدالحمید کمالی - اقبال ریویو، کراچی - جنوری ۱۹۷۳ - ص ۵

۲ - پروفیسر محمد ایوب - ''الزبیر''، تحریک آزادی نمبر - ص ۲۴۵

۳ - شریف الدین پیر زادہ Evolution of Pakistan ص ۲۰۸

۴ - ماہ نو - اقبال نمبر - کراچی ۱۹۷۰ء ص ۲۲۹

مسلمان ۶، ۷ برس سے شدید انتشار اور مایوسی کا شکار تھے۔ مسلمانوں کی پندرہ سے زائد جماعتیں بن چکی تھیں ۱ ایک طرف شدھی کی تحریک (۱۹۲۵ء) شروع ہو چکی تھی اور دوسری طرف مسلمانوں کے اندر کھلم کھلا بے دینی اور الحاد کی تبلیغ کی جارہی تھی۔ مسلمانوں کا سیاسی وزن تقریباً ختم ہوچکا تھا۔ مسلمانوں کی بے وقعتی کو دیکھتے ہوئے گاندھی جی نے ۱۹۲۹ء میں اعلان کردیا کہ میں آزادی کی جنگ لڑوں گا: تم ساتھ آؤ تو تمہیں ساتھ لیکر، تم نہ آؤ تو تمہارے بغیر اور تم مزاحمت کرو تو تمہاری مزاحمت کے باوجود۔ قائداعظم ہندوستان کے سیاسی حالات سے اس قدر بددل ہوئے کہ ترک وطن کرکے لندن میں اپنا مکان خرید لیا تھا۔ مسلم لیگ سخت ابتری اور انتشار و افتراق کا شکار تھی۔ سید نور احمد کے بقول:

"مسلم لیگ کا پلیٹ فارم طفلانہ حرکتوں کا میدان بن گیا تھا ---
مسٹر جناح کی غیر حاضری میں مسلم لیگ صرف ایک سالانہ اجلاس
دسمبر ۱۹۳۰ء میں سنجیدہ طریق پر کر سکی --"۲

مگر "اس سنجیدہ طریق" کا بھی یہ عالم تھا کہ الہ‌آباد سیشن میں جہاں اقبال نے اپنا تاریخی خطبہ دیا، ممبران کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ کورم بھی پورا نہ ہوا تھا۳۔ ان مایوس کن حالات میں اقبال کی الہ‌آباد سیشن میں شرکت، اجلاس کی صدارت اور ایک تاریخی تقاضے کے تحت علیحدہ اسلامی مملکت کی تجویز، مسلمانان ہند کے لئے یہ ایک بہت بڑا سہارا تھا۔ اس طرح اقبال نے ایک بے حد یاس انگیز فضا میں ایک بلند مقصد کی نشاندھی کر کے مسلمانوں کے دل میں نہ صرف زندہ رہنے بلکہ آزادی کے لئے جدوجہد کی جوت جگادی۔

---

۱ - ڈاکٹر جاوید اقبال - مئے لالہ فام ص ۷۵

۲ - مارشل لاء سے مارشل لاء تک - لاہور - ۱۹۷۰ء ص ۱۳۱

۳ - مئے لالہ فام - ص ۷۴

یہ تیسرے مرحلہ کا ابتدائی اقدام تھا۔ تحریک پاکستان میں علامہ کی خدمات کا آخری اور تابناک دور وہ تھا جب انھوں نے عملی سیاست کے خارزار میں قدم رکھتے ہوئے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ لیکن مسلم لیگ میں علامہ کی شمولیت اور اس کا پس منظر بیان کرنے سے پہلے علامہ کے ایک خط کا ذکر ضروری ہے جس سے اس دور میں علامہ کے جذبات و احساسات کا اندازہ ہوگا۔ یہ خط علامہ نے مولوی صالح محمد صاحب کے نام ۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو تحریر کیا۔ لکھتے ہیں :

''میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو ابھی تک اس کا احساس نہیں کہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ اس ملک ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے اور اگر وقت پر موجودہ حالت کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی گئی تو مسلمانوں اور اسلام کا مستقبل اس ملک میں کیا ہوگا۔ ہم تو اپنا زمانہ حقیقت میں ختم کرچکے۔ آئندہ نسلوں کی فکر کرنا ہمارا فرض ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی زندگی گونڈ اور بھیل اقوام کی طرح فنا ہو جائے۔ اگر ان مقاصد کی تکمیل کے لئے مجھے اپنے کام چھوڑ نے پڑے تو انشاءاللہ چھوڑ دوں گا اور اپنی زندگی کے باقی ایام اسی ایک مقصد جلیل کے لئے وقف کردوں گا ۔۔۔ ہم سب لوگ قیامت کے روز خدا اور رسولؐ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔''[۱]

۱۹۳۶ء میں پنجاب مسلم لیگ کی صدارت قبول کرنا، بظاہر علامہ کی زندگی کا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں وہ بیمار تھے اور کسی قسم کی عملی اور نمایاں سیاسی سرگرمی میں شرکت سے معذور تھے۔ وہ نہ تو لیگ کو منظم کرنے کے لئے پنجاب کے دور دراز علاقوں کے دورے کر سکے اور نہ ہی انھوں نے دھواں دھار تقاریر کیں مگر لیگ میں صرف

---

۱ - اقبال نامہ - جلد دوم - ص ۳۸۷ - ۳۸۸ -

ان کی شمولیت ھی تحریک پاکستان کا بڑا تاریخی واقعہ ھے جس کی اھمیت کو سمجھنے کے لئے اس دور کے سیاسی پس منظر پر نظر ڈالنا ضروری ھے۔

اس دور میں اگرچہ مسلمانوں کی بہت سی سیاسی جماعتیں میدان عمل میں موجود تھیں اور اسمبلیوں اور حکومت کے اداروں میں بھی مسلمان نمائندے شریک کار تھے لیکن ان میں سے بیشتر افراد کا عام مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ ھوتا تھا اور وہ مسلمان لیڈروں کے ناموں تک سے واقف نہ تھے۔ بقول ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی: ''جناح کا نام بھی اکثر لوگوں نے نہ سنا تھا،،۱ اس ضمن میں صدیق علی خاں لکھتے ھیں:

''اس زمانے میں عام طور پر اکثر و بیشتر ایسے مسلمان نمائندے منتخب کئے جاتے تھے جو پنشن یافتہ ھوتے یا خطاب یافتہ۔ ظاھر ھے کہ ان میں سوائے چند کے سب کو رائے دھندگی کی وہ آزادی حاصل نہ تھی جو قوم کے ایک آزاد فرد کو ھونی چاھئے۔ ان بیچاروں پر اعلیٰ انگریزی حکام جنھوں نے ان کے حصول مراتب میں مدد کی تھی، ھمیشہ اثر انداز ھوئے اور اس لئے یہ صاحبان قومی و ملکی مفاد کو بسا اوقات پس پشت ڈال کر انگریزوں کی مزید خوش نودی حاصل کرنے کے لئے ان کی ھاں میں ھاں ملاتے اور کبھی بھولے سے بھی انگریزوں کی مخالفت کی ھمت نہ کرتے۔،،۲

جہاں تک جماعتوں کا تعلق ھے مسلم لیگ، مسلمانوں کی سب سے بڑی اور نمائندہ جماعت کہلاتی تھی ، اس کا انتشار اور داخلی بدنظمی ناگفتنی تھی۔ اس ضمن میں سید نور احمد نے بعض ناگفتہ بہ واقعات بیان کئے ھیں۳ اقبال نے سید سلیمان ندوی کو ایک خط (۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء) میں لکھا:-

---

۱ - اقبال کے آخری دو سال ص ۳۶۳

۲ - بے تیغ سپاھی - کراچی - ۱۹۷۱ء - ص ۲۳ - ۲۴

۳ - مارشل لاء سے مارشل لاء تک، لاھور، ص ۱۴۱ تا ۱۴۴

''میں خود مسلمانوں کے انتشار سے بے حد درد مند ہوں اور گذشتہ چار پانچ سال کے تجربہ نے مجھے سخت افسردہ کردیا ہے۔۔۔ مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ پست فطرت ہے،،۱

مسلم لیگ ان کے بقول ''مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی ایک جماعت،، تھی جس کا پنجاب کے '' عوام کے ساتھ کوئی ربط و ضبط نہیں تھا اور اکثر و بیشتر لوگ، اس کے نام اور کام سے بالکل نا آشنا تھے۔،،۲ پنجاب کی سیاست پر یونینسٹ پارٹی چھائی ہوئی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں جب سر فضل حسین نے یونینسٹ پارٹی کے دور جدید کا افتتاح کیا تو انھوں نے اپنے بعض پرانے دوستوں اور رفقائے کار کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ ان میں ملک برکت علی بھی شامل تھے۔ ملک برکت علی نے سر فضل حسین کو دعوت شمولیت کا جو جواب دیا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقتدار پرست مسلم زعماء کے علاوہ باقی مسلمان لیڈر، پنجاب کی سیاست سے بے حد بد دل، برداشتہ خاطر اور تقریباً مایوس ہوچکے تھے۔ ملک برکت علی نے سر فضل حسین کے نام خط میں لکھا:

''ہم نے مجبوراً اور تنگ آکر قومی خدمت کے میدان سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ کونسا درد مند دل ہے جو اس افسوس ناک صورت حال پر آٹھ آٹھ آنسو نہیں روتا جسے آپ کی لیڈر شپ نے پیدا کردیا ہے اور جس کی وجہ سے ہم لوگ صوبے کی خدمت اور اس کے وقار کو بلند کرنے کی تمام کوششوں سے محروم ہوگئے ہیں۔،،۳

یہ مایوس کن فضا تھی جب اپریل ۱۹۳۶ء میں قائد اعظم پنجاب میں

۱۔ اقبال نامہ۔ جلد اول۔ ص ۱۶۹

۲۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال۔ ص ۲۰۴

۳۔ اقبال کے آخری دو سال۔ ص ۳۰۳

مسلم لیگ پارلیمینٹری بورڈ کے قیام کے لئے لاهور پہنچے۔ ان کا قیام بھی مشہور یونینسٹ احمد یار خاں دولتانه کے مکان پر تھا۔ سر فضل حسین سے قائد اعظم کی ملاقات ناکام هوگئی کیونکه وه کسی قیمت پر بھی یونینسٹ پارٹی کو توڑنے پر رضامند نہیں تھے۔ چنانچه قائد اعظم، علامه اقبال کی خدمت میں حاضر هوئے۔ وه جانتے تھے که علامه عملی سیاست کے آدمی نہیں اور وه عملی سیاست میں اس سے پہلے جو تھوڑا بہت حصه لیتے رهے، اب اس سے بھی دست کش هو چکے هیں۔ پھر وه دو سال سے مستقلاً بیمار چلے آرهے تھے اور اس طویل علالت نے ان کی عملی زندگی تقریباً ختم کردی تھی مگر اس کے باوجود انھوں نے پنجاب لیگ کی صدارت قبول کرلی۱ اور قائد اعظم کو اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔

شاید آج اس کا اندازه نه لگایا جا سکے که علامه کا یه اقدام مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لئے کس قدر تقویت کا باعث بنا مگر یه حقیقت هے که پنجاب میں مسلم لیگ کے تعارف اور (بعد ازاں) مطالبۂ پاکستان کی مقبولیت میں اقبال کے نام کو کلید کی حیثیت حاصل تھی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی اس دور کے الیکشن میں اپنے تجربات کے ضمن میں لکھتے هیں :

''سب سے بڑی دقت یه تھی که لوگ مسلم لیگ کے نام اور کام سے قطعاً نا آشنا تھے۔ جناح کا نام بھی اکثر لوگوں نے نہیں سنا تھا۔ البته اقبال کا نام ایک ایسا کھرا سکه تھا جسے هم بے دریغ چلاتے تھے۔ میں نے انھیں دنوں محسوس کیا که اقبال صرف پڑھے لکھے لوگوں هی میں نہیں بلکه عوام میں بھی کتنا مقبول تھا۔''۲

۱۔ ویسے تو اقبال اپنے قیام انگلستان (۱۹۰۸ء) کے زمانے میں بھی مسلم لیگ میں شامل هوئے، لندن میں اس کی شاخ سید امیر علی نے قائم کی تھی۔ (ملاحظه هو ''اقبال ریویو''، کراچی۔ جنوری ۱۹۷۳ء) مگر یه شمولیت وقتی اور رسمی تھی۔

۲۔ اقبال کے آخری دو سال۔ ص ۳۶۴

پنجاب لیگ کی صدارت قبول کرنے کے بعد انھوں نے صوبے میں مسلم لیگ کو منظم کرنے اور انتخابات کا پروگرام بنانے میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ علامہ اقبال، پارٹی کے بعض اجلاسوں میں بذات خود شریک ہوتے، کارکنوں کو دورے کرنے اور ہر جگہ مقامی شاخیں قائم کرنے کی تاکید کرتے اور انھیں عوام سے ربط ضبط بڑھانے کی مختلف تدبیریں سجھاتے۔ ''اپنی بیماری اور نقاہت کے باوجود سارے کام کی ایک ایک تفصیل بغور ملاحظہ فرماتے تھے۔''۱

پنجاب مسلم لیگ کے لئے اپنی وفات سے پہلے دو سال تک علامہ نے جس توجہ، دلچسپی اور جوش و خروش کے ساتھ پنجاب مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لئے کام کیا، ان کی افتاد طبع اور بیماری کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ ان کے اندر ایسی تندھی اور مستعدی کہاں سے آگئی تھی۔ بستر مرگ پر بھی مسلمانوں کے لئے ان کی درد مندی و دلسوزی اور ولولہ و جوش اس سالار قافلہ کا سا تھا جو نہ دن کو سکون سے بیٹھتا ہے اور نہ رات کو آرام کی نیند سوتا ہے۔ اس کی رات اپنے قافلے کو منزل مقصود تک بخیریت پہنچانے کی تدبیریں سوچتے ہوئے کٹتی ہے اور دن ان تدبیروں کو بروئے کار لانے میں گزر جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جناح کے نام ان کے خطوط بڑی اہمیت کے حامل ھیں جو علامہ کے ولولوں، آرزؤں اور مضطرب جذبوں کو بخوبی واضح کرتے ھیں۔ انھوں نے اپنی امیدیں جناح سے وابستہ کردی تھیں۔ اور قومی اور سیاسی زندگی کے مختلف مرحلوں میں انھیں اپنی تجاویز اور مشورے بھیجتے رہے اور بار بار ان تجاویز کو بروئے کار لانے کی تاکید کرتے رہے۔ سکندر جناح پیکٹ کے نتیجہ میں سر سکندر (جو یونینسٹ تھے) لیگ پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے اقبال نے ان کے عزائم سے جناح کو ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء کے خط میں آگاہ کیا۔ لیگ کا سالانہ اجلاس لاھور میں منعقد کرنے کے لئے

۱۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال۔ ص ۳۱۹

بار بار جناح کو لکھا کیونکہ پنجاب میں لیگ کی مقبولیت کے لئے لاھور میں جلسے کا انعقاد ضروری تھا - جب یہ اجلاس لاھور کے بجائے کلکتے میں منعقد ھونا قرار پایا تو علامہ کو بڑا دکھ ھوا - ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں کانگریس کی کامیابی پر نہرو نے دھلی میں آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقد کرنے کا اعلان کیا تو علامہ نے فوراً جناح کے نام ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کے خط میں آل انڈیا مسلم کنونشن منعقد کرنے کی تجویز پیش کی - ۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء کے خط میں کنونشن کے انعقاد پر پھر زور دیا - ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کے خط میں لیگ کو، جو علامہ کے خیال میں ابھی تک ''ھندوستانی مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی ایک تنظیم،، تھی، مسلمان عوام کی جماعت بنانے پر زور دیا جنھوں نے ''اب تک لیگ میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی،، - ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں مجوزہ پاکستان کو زیادہ واضح شکل میں پیش کیا :-

''جب تک مسلم اکثریت کے صوبوں کا علیحدہ فیڈریشن قائم نہ ھو، ھندوستان میں امن قائم نہیں رہ سکتا --- ذاتی طور پر میں سمجھتا ھوں کہ بحالت موجودہ شمال مغربی ھندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو چاھئے کہ وہ اقلیت کے صوبوں کو نظر انداز کردیں - اکثریت اور اقلیت کے صوبوں کے مسلمانوں کے باھمی مفاد کے لئے یہ طرز عمل بہترین ثابت ھوگا -،،

غرض ان خطوں میں ایک ایسا دل دھڑکتا نظر آتا ھے جو اسلام اور مسلمانوں کی درد مندی اور دلسوزی سے لبریز ھے - حتی کہ علامہ جیل جانے کے لئے بھی تیار ھیں - ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، جو علامہ کے پنجاب لیگ کے دو سالہ دور صدارت میں باقاعدہ مسلم لیگ میں شامل رھے اور جنھیں علامہ کی زیر نگرانی کام کرنے کا فخر حاصل ھے - علامہ کے آخری دور کے جذبات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ھیں :

(زندگی کے آخری) ''برسوں میں اقبال، وہ پرانا اقبال نہیں رہا تھا جو اس (سیاسیات کے) خار زار میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کا عادی تھا۔ اب اقبال سول نافرمانی میں شریک ہونے، قید و بند کے شدائد برداشت کرنے اور سینے پر گولی کھانے کو آمادہ تھا،،۱

دلچسپ بات یہ ہے کہ جوں جوں علامہ موت کی دہلیز کی طرف قدم بڑھا رہے تھے، ان کے جوش و خروش اور دردمندی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر بٹالوی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو اگرچہ مسلم لیگ کی سر گرمیوں سے براہ راست متعلق نہیں لیکن یہ علامہ کی اس لگن اور جوش و خروش کو ظاہر کرتا ہے جو انہیں ہندوستانی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کے مستقبل سے تھی — ڈاکٹر بٹالوی لکھتے ہیں :

''جب ۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہائی کورٹ کے فل بنچ نے مسجد شہید گنج کی اپیل خارج کردی تو مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور بڑے بڑے احتجاجی جلوس نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ اسی شام غلام رسول خاں نے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے تو ڈاکٹر صاحب رو پڑے اور کہنے لگے: ''مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ میری چارپائی کو اپنے کندھوں پر اٹھاؤ اور اس طرف لے چلو، جس طرف مسلمان جا رہے ہیں۔ اگر گولی چلی تو میں بھی ان کے ساتھ مروں گا،،۲

یہ علامہ کا بڑا ایثار تھا کہ وہ ایک خاموش طبع اور گوشہ گیر قسم کے آدمی ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر جیل جانے اور گولی کھانے کی بات کرنے لگے۔ اس مرحلہ پر قدرت نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔ کچھ عجب نہیں کہ اگر انہیں حیات مستعار کی چند گھڑیاں اور نصیب ہوتیں

---

۱ - اقبال کے آخری دوسال ۔ص ۵۵۲

۲ - اقبال کے آخری دو سال ۔ ص ۵۵۳

تو وہ اس ایثار اور قربانی کا عملی مظاہرہ کرتے اور اس طرح وہ تحریک پاکستان میں اپنے حصے میں کچھ اور مؤثر اقدامات کا اضافہ کرجاتے۔

گذشتہ دو تین صدیوں میں ہندوستان کے مسلمانوں پر مندرجہ ذیل شدید حادثے گذرے:

۱۷۶۱ء - جنگ پلاسی

۱۷۹۹ء - ٹیپو سلطان کی شہادت

۱۸۵۷ء - جنگ آزادی میں ناکامی

۱۸۷۶ء - ہندؤں کی طرف سے اردو کی مخالفت کا آغاز

۱۹۱۱ء - تقسیم بنگال کی تنسیخ

۱۹۲۰ء - هجرت اور خلافت کی ناکام تحریکیں

۱۹۲۶ء - شدھی کی تحریک اور فسادات

۱۹۳۷ء - کانگریس کی صوبائی حکومتوں کا قیام

اس پس منظر میں تحریک پاکستان کے لئے تین مرحلوں میں اقبال کے کام کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی خدمات کی اهمیت واضح هوتی هے۔انھوں نے مسلمانوں کو آزادی کی قدرو قیمت کا احساس دلایا۔ مسلم لیگ کو اس کی نظریاتی بنیاد فراہم کرکے دی اور پاکستان کا تصور اجاگر هی نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ جواز بھی مہیا کی - یہ ساری جدوجہد ان کا ایک زبردست سیاسی کارنامہ هے — ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بقول:

''تاریخ میں بہت کم ایسے شاعر هوئے هیں جنہوں نے اتنا گھرا اثر ڈالا هو جتنا اقبال نے بر صغیر کے مسلمانوں پر ڈالا۔''۱

اس اثر کو سمیٹ کر ایک منظم شکل دینے اور اس سے کوئی ٹھوس اور دیرپا نتیجہ یا انقلاب پیدا کرنے کے لئے برصغیر، ابھی تک کسی ''دانائے راز'' کا منتظر هے۔

———

۱ - بر صغیر پاک و هند کی ملت اسلامیہ - ص ۳۴۲